یادِ رفتگاں!

حافظ محمد ابراہیم فانی، مدرس دارالعلوم حقانیہ

قسط نمبر ۲

سیرِ بوستان

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصوری قدس سرہ العزیز

تواریخ رحمت خانی کے مطابق بالآخر گگیانیوں نے احسان فراموشی کرتے ہوئے بادشاہ کو ملک سلیمان شاہ کا
م بتایا کہ ہمیں اس نے اس حملہ سے خبردار کیا تھا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ آگ بگولا ہوا۔ اور یوسف زیوں سے انتقام لینے
ی تیاری میں مصروف ہوا۔ پھر گگیانی قوم کو اپنے ساتھ ملا کر یوسف زیوں پر بھرپور حملہ کیا۔ لیکن اس جنگ میں ان کو
شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ بعد میں بادشاہ کو مشورہ دیا گیا کہ آپ یوسف زئی کو بزورِ شمشیر زیر نہیں کرسکتے۔ آپ ان
کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں۔ اور اس حیلہ بہانہ سے آپ ان کو ختم کرسکتے ہیں چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور یوسف زئی
کے پاس قاصد بھیجا۔ کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے اور آئندہ کے لئے میں آپ کے ساتھ بدعہدی نہیں کروں گا۔ اور کچھ تحائف
ی ان کے پاس بھیج دئے۔ اور ساتھ ساتھ انہیں اپنے آنے کی بھی دعوت دی۔

چنانچہ ملک سلیمان شاہ اپنے ساتھ تقریباً سات سو سرکردہ ملکوں اور سرداروں کو لے کر دربار پہنچا۔ بادشاہ نے
ن کی پوری آؤ بھگت کی۔ اور انتہائی عزت و احترام اور اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو اپنے محل میں اتارا۔ پھر ان کو اپنے
رار و سلاطین میں تقسیم کئے۔ اور کہا کہ یہ امراء آپ لوگوں کی الگ الگ ضیافت کریں گے۔

مرزا کے آدمیوں نے ہر ایک امیر اور مصاحب سے کہا کہ ان تمام یوسف زیوں کے ہاتھ پیچھے کی طرف مضبوطی سے
رھیں اور انہیں بادشاہ کے دربار میں حاضر کریں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

بقول صاحب تواریخ حافظ رحمت خانی القصہ جس دن مرزا نے یوسف زیوں کو قتل کیا۔ گگیانیوں کے سردار
ی وہاں موجود تھے۔ مرزا نے ان سے کہا کہ یہ رہے سات سو چیدہ مردان یوسف زئی دست بستہ تمہارے حوالے
ں۔ اب تم چند بڑے سرداروں کی گردنیں اپنے ہاتھ سے کاٹ دو۔ اور اپنا عہد پورا کرو۔ باقی سب کی گردنیں میرے
دا اڑا دیں گے۔

ملک سلیمان شاہ بہت سراسیمہ ہوئے اور بادشاہ سے کہا کہ ہم نے آپ کے ساتھ کتنے احسانات کئے ہیں۔ پھر کہا۔ کہ اگر تم مجھے قتل کرنا نہیں چاہتے۔ تو ایسا کرو کہ میرے بھتیجے ملک احمد کو چھوڑ کر ان کی جگہ مجھے قتل کریں۔ اور دوسری بات یہ کہ ان لوگوں کے قتل کے بعد آپ یوسف زئی قوم سے کچھ تعرض نہ کریں۔ یہ لوگ جہاں چاہیں انہیں جانے دیں۔ چنانچہ بادشاہ نے ملک سلیمان شاہ کو قتل کیا اور اس کے بجائے اس کا بھتیجا ملک احمد چھوڑ دیا۔

چونکہ ان سرداروں کے قتل کے بعد یوسف زیوں پر عرصہ حیات تنگ ہوا تھا اس لئے یہ لوگ اپنے ساتھ بچا کھچا اثاثہ لے کر پشاور آئے۔ اور یہاں پر دلازاک نے ان کے لئے علاقہ دوابہ مختص کر دیا۔ بعد ازاں ان کا ملک وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ تاآنکہ یہ لوگ سوات پر بھی قابض ہوئے۔

قاضی عطاء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ الغ بیگ کے پاس اپنے وطن سے کافی تعداد میں مغل بھی آپہنچے تھے اس لئے اس نے یوسف زئی سے جان چھڑانے کی کوشش کی۔ پہلے تو اس نے گگیانی اور یوسف زئی کے درمیان منافرت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جب وہ اس میں ناکام ہوا تو اس نے از خود ان پر حملہ کیا۔ مگر اس میں بھی اس کو شکست ہوئی۔ پھر ان کے ساتھ صلح کر کے دھوکہ سے ان کے جرگہ کو تہ تیغ کر ڈالا۔

<u>بابر اور یوسف زئی</u> جب کابل کے حکمران مرزا الغ بیگ کا ۹۰۷ھ میں انتقال ہوا تو کچھ مدت بعد بابر بادشاہ جو کہ الغ بیگ کا چچا تھا۔ کابل پر قابض ہوا۔ پھر جب ظہیر الدین بابر ہندوستان پر قبضہ کرنے کی خاطر لشکر لے کر کابل سے روانہ ہوا تو پشاور سے آگے مردان ضلع میں جب داخل ہوا تو اس نے یوسف زیوں پر اچانک حملہ کر دیا۔ یہ حملہ آپ نے دلازاک کے اکسانے پر کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بابر کو مرزا الغ بیگ کے سلوک کا علم تھا۔ اس کو خیال آیا کہ یوسف زیوں کے دل مغلوں سے صاف نہیں ہو سکتے۔ ایسا نہ ہو کہ ہندوستان پر حملہ کروں اور پیچھے سے یوسف زئی ہم پر دھاوا بول دیں۔ اس وجہ سے اس نے بھی یوسف زئی کے قتل عام میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ باجوڑ پر اس نے قبضہ کیا اور کاٹلنگ و شہباز گڑھ تک اس نے لوٹ مار اور غارت گری کا بازار گرم کیا۔ اور علاقہ صوابی میں بھی اپنا لشکر بھیج دیا۔ ان تمام جنگوں میں یوسف زئی پہاڑوں میں روپوش رہے۔ اور بابر نے کبھی بھی ان پر مکمل فتح حاصل نہیں کی۔ بالآخر بادشاہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان یوسف زیوں کے ساتھ رشتہ داری اور دوستی اختیار کرنی چاہیے۔

<u>ملک شاہ منصور</u> چنانچہ ملک شاہ منصور کی دختر نیک اختر بی بی مبارکہ کے ساتھ آپ کی شادی ہوئی[1]۔ ملک شاہ منصور تو اس رشتہ پر راضی نہ تھا لیکن اپنی قوم کے جرگہ اور خود اس کے چچا زاد بھائی ملک احمد نے اس کو مجبور کیا کہ یہ رشتہ آپ قبول کریں۔ اس لئے کہ ہم اب بے سر و ساماں ہیں۔

لہ تاریخ حافظ رحمت خانی میں یہ واقعہ بہت دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے خانی

... روشن خان صاحب محشی تواریخ حافظ رحمت خانی رقمطراز ہیں :-
تزک بابری میں اس رشتے کے بارے میں درج ہے۔ اس خیال سے کہ یوسف زئی افغانوں سے مضبوط رشتہ استوار ہو جائے۔ ان سے درخواست کی گئی۔ چنانچہ انہوں نے منظور کر کے ۲ محرم ۹۱۵ھ کو ملک شاہ منصور کا بھائی طاؤس خان دلہن کی ڈولی کے ساتھ آیا۔

دوسرے مقام پر روشن خان صاحب لکھتے ہیں کہ :-
ہمایوں نامہ میں گلبدن بیگم نے بی بی مبارکہ کے متعلق لکھا ہے کہ بی بی مبارکہ افغانی آغاچہ کے نام سے پکاری جاتی تھی اور اپنی بیش بہا خوبیوں اور عقل و فراست کی بنا پر بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی تھی اور ہمایوں جب شیر شاہ سے شکست کھا کر بھاگا تھا تو افغانی آغاچہ ان کے ساتھ تھی۔ آمدم برسر مطلب۔ ان تمام تاریخی واقعات سے میرا مطلب یہ ہے کہ ملک شاہ منصور جس کی بیٹی کی شادی ظہیر الدین بابر سے ہوئی تھی (جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے) ملک شاہ منصور، ملک سلیمان شاہ مقتول کا بیٹا ملک سلطان شاہ کا بھتیجا اور ملک احمد کا چچازاد بھائی تھا۔ یہ قصبہ شاہ منصور آپ ہی کے نام سے مشہور ہے اور یہ قصبہ آپ نے ۹۲۰ھ اور ۹۴۰ھ کے درمیان عرصے میں آباد کیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق وہ اس سٹیٹ کا والی تھا اور یہ مقام آپ کا پایہ تخت تھا۔
تواریخ حافظ رحمت خانی کے مطابق آپ کا شجرہ نسب یوں ہے :-

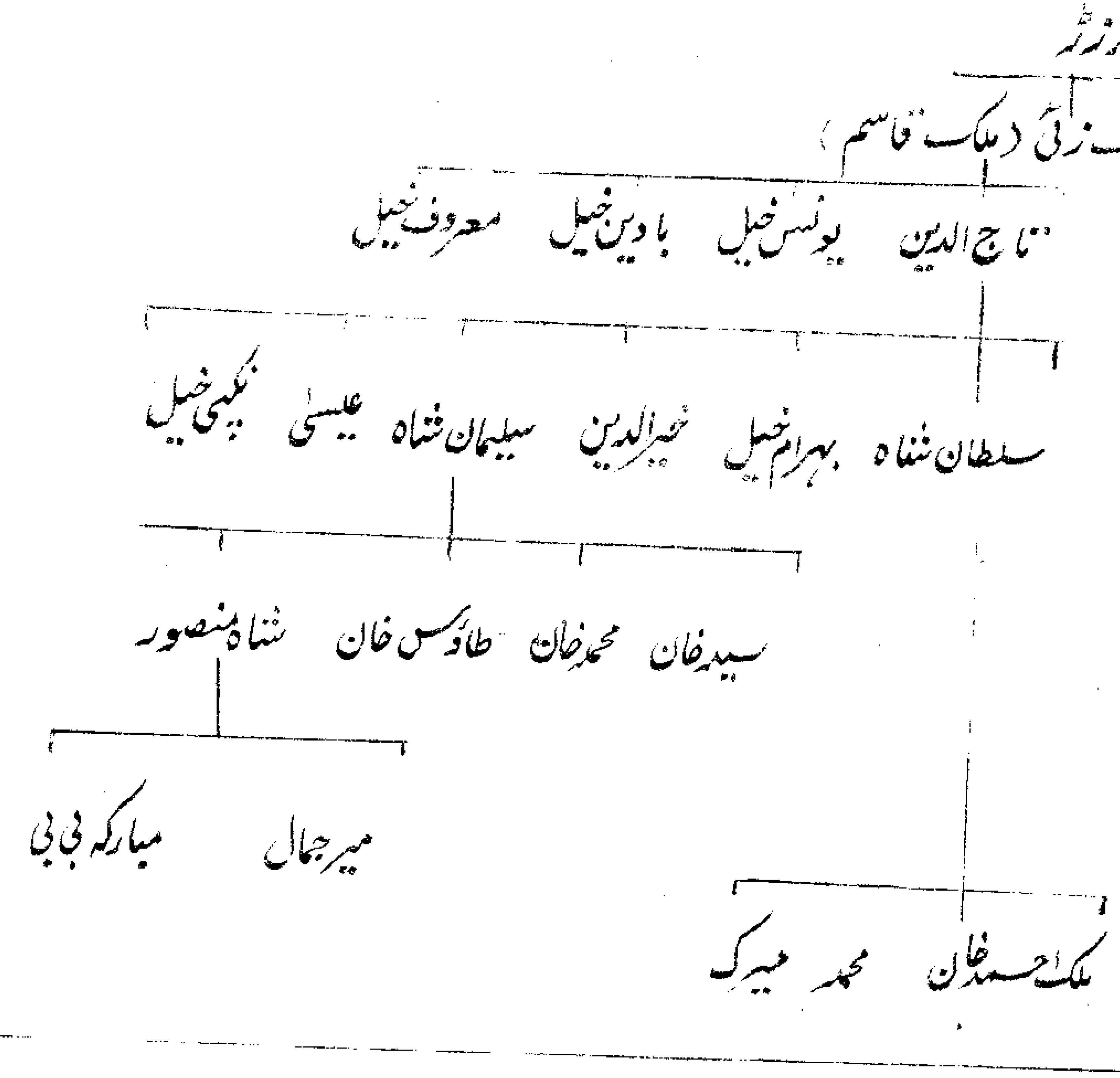

لہ گو کہ پختون روایات کے مطابق بیٹی کے رشتے کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ لیکن یہ واقعات تاریخی حقائق ہیں اس لئے ان کا ذکر

ولادت و ابتدائی تعلیم | موضع شاہ منصور میں مولانا عبد اللہ صاحب کے ہاں ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۳ء میں آپ کی

آپ کی ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، اس کے بعد فارسی نظم کی کتابیں گلستان و بوستان، یوسف زلیخا وغیرہ ہند کے مشہور ریاضی دان مولوی صاحب سے پڑھیں۔ ابتدائی رسائل چھوٹے لاہور (صوابی) کے مولانا محمد زمان شاہ صاحب عرف ابا صاحب، میاں ڈھیری کی مشہور روحانی و علمی شخصیت مولانا سید حسین شاہ اور موضع درہ (تحصیل صوابی) کے مولانا محمد انعام سے پڑھے۔ اسی طرح صرف میر موضع لنڈیواہ (تحصیل لکی مروت) کے علامہ محمد عبد القہار صاحب عرف مروت مولوی صاحب سے حفظ کی فرماتے تھے کہ میں نے تحصیلِ علم کے لیے علاقہ مروت کا سفر بھی کیا ہے۔ وہاں پر میرے برادر بزرگ مولانا عبد الباقی[1] صاحب کافیہ پڑھتے تھے اور میں صرف میر حفظ کرتا تھا۔ اس وقت اس علاقہ میں پانی کی شدید قلت تھی۔ فرمایا کہ ماڑی انڈس تک ہم ریل میں سفر کرتے اور اس کے بعد لنڈیواہ تک پیدل جاتے۔

اعلیٰ تعلیم اور سند حدیث | کافیہ اور جامی علاقہ چھچھ کے ولیہ مولوی صاحب سے۔ مختصر المعانی اور مطول وغیرہ کتب معانی موضع بام خیل کے سودائی مولوی صاحب سے۔ منطق و حکمت کی منتہی کتابیں مولانا حبیب اللہ صاحب زروبی عرف صاحب حق صاحب، مولانا قطب الدین غورغشتوی ؒ، مولانا عبد الحکیم صاحب، مولانا محمد صدیق صاحب اور مولانا گل کاکا (مولانا غورغشتوی ؒ کے بھائی) سے پڑھیں۔ تکمیلِ فنون کے بعد سند حدیث اور دورۂ حدیث کیلئے غورغشتی تشریف لے گئے اور وہاں پر مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی ؒ کے شہرۂ آفاق درسِ حدیث میں شرکت کی۔ دو سال مسلسل

بقیہ از حاشیہ صفحہ گزشتہ

ناگزیر ہے ظہیر الدین بابر کا خیال تھا کہ اس رشتہ سے مغلوں اور یوسف زیوں کے درمیان جو کشیدگی پائی جاتی ہے وہ کم کی جاسکے لیکن اس میں ان کو خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے کہ اگرچہ وقتی طور پر ان کے درمیان فضا سازگار رہی تھی۔ لیکن بابر کی وفات کے بعد اکبر کے عہد میں دوبارہ مغلوں اور یوسف زیوں کے درمیان لڑائیاں ہوئیں۔ اور یوسف زیوں کے ہاتھوں ان کے نامور جرنیل مارے گئے تھے جس میں اس کا مشہور ظریف الطبع وزیر راجہ مہیش داس عرف بیربل سرفہرست ہے اکبر نے پانچ ہزار کے لشکر کے ساتھ یوسف زیوں سے جنگ کے لئے بھیجا تھا لیکن وہ بونیر کی وادیوں میں مارا گیا۔ اس کی موت پر اکبر بادشاہ کو بہت دکھ پہنچا تھا۔ (فانی)

---

[1] مولانا عبد الباقی صاحب حضرت الشیخ کے برادر بزرگ تھے، آپ نے بھی دورۂ حدیث حضرت شیخ الحدیث مولانا غورغشتوی ؒ سے پڑھا، اور آپ کے اولین شاگردوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ دیگر اساتذہ میں مولانا محمد صاحب زروبوی زیادہ مشہور ہیں، آپ انتہائی قابل عالم اور بہترین خوشنویس تھے، آپ کے تحریری افادات آپ کے صاحبزادے مولانا عبد الباری صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ فانی

آپ نے ان سے دورۂ حدیث میں سبق لیا۔

دورۂ تفسیر تحصیل علوم وفنون کے بعد آپ دورۂ تفسیر کے لیے ضلع میانوالی کے قصبہ واں بھچراں تشریف لے گئے اور وہاں پر عارف باللہ مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ سے دورۂ تفسیر قرآن پڑھا۔ ایک دفعہ راقم نے آپ سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے مولانا حسین علی صاحب کے پاس کتنا وقت گذارا تھا، آپ نے فرمایا کہ میں تفسیر قرآن کے مکمل ضبط تک اپنے شیخ کے پاس رہا، اور جب مجھے یقین آیا کہ میں اب دورۂ تفسیر قرآن پڑھانے کے قابل ہوں، تب میں وہاں سے اپنے علاقہ اور گاؤں کو واپس آیا۔

بیعت وسلوک اپنے استاذِ تفسیر حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور انہی کے خلیفہ و ماذون تھے۔

دارالعلوم تعلیم القرآن دورۂ تفسیر و حدیث سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں ۱۹۲۶ء میں مدرسہ تعلیم القرآن کی بنیاد ڈالی اور اس میں حسبۃً للہ پڑھاتے رہے، فرماتے کہ میرے شیوخ اور اساتذہ کا طریقہ رہا ہے کہ بغیر اجرت کے سبق پڑھاتے اور تدریس کرتے، اس لیے میں ان کے نقش قدم پر چلتا ہوں۔ اس مدرسہ میں آپ ایک سال مکمل دورۂ حدیث پڑھاتے اور ایک سال موقوف علیہ۔ فارغ اوقات میں فنون کی کتابوں کا درس بھی دیتے، اس کے ساتھ روزانہ ترجمہ و تفسیر قرآن آپ کا وظیفہ رہا۔ ۱۵ شعبان سے لے کر ۲۴ رمضان تک دورۂ تفسیر قرآن کا بھی اہتمام فرمایا۔ دورۂ حدیث اور دورۂ تفسیر کے اختتام پر ایک عظیم الشان سالانہ جلسۂ دستاربندی بھی منعقد فرمایا کرتے تھے، جس میں علاقہ کے مشاہیر علماء و مشائخ کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی قدس سرہٗ اور کبھی کبھی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ خصوصیت کے ساتھ شرکت فرماتے، اور فارغ التحصیل طلباء کی دستاربندی ہوتی۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ بیعت و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ ابھی تک تو یہی سلسلۂ درس و تدریس جامع مسجد میں جاری رہا، اب اس دارالعلوم تعلیم القرآن نے ایک عظیم دینی درسگاہ کی صورت اختیار کرلی ہے، اور اب صوابی روڈ پر برلب سڑک اس کی خوبصورت عمارت ہے۔

ایک لطیفہ راقم الحروف کے تایا مولانا عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ جو کہ حضرت الشیخؒ کے ساتھ غورغشتی میں فنون کی بعض کتابوں میں ہم درس رہ چکے ہیں، نے بندہ کو بتایا تھا کہ میں، کو کا مولوی صاحب (حضرت الشیخؒ کا عرف) اور موضع مانیری کے مولانا فضل حسین[1] صاحب مرحوم، ہم غورغشتی میں اکٹھے رہتے تھے، جمعہ کی رات کو حضرت غورغشتویؒ ہم سے تقریر کی مشق

---

[1] مولانا فضل حسین صاحب مولانا فضل محمود کے گھر مانیری پایاں (تحصیل صوابی) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی، اس کے بعد فارسی نظم کیلئے موضع ہنڈ تشریف لے گئے۔ کافیہ اور شرح جامی وغیرہ کتابیں جلالیہ علاقہ چھچھ میں پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا عبدالحکیم اور (بقایا حاشیہ صـ پر دیکھیں)

کرانے، چونکہ مولانا افضل حسین صاحب انتہائی کم گو اور خاموش مزاج انسان تھے، جب ان کی نوبت آتی تو وہ خاموش کھڑے رہتے، پھر اس کو حضرت غورغشتوی فرماتے بیٹھ جاؤ، اور یہاں اور کو کا مولوی صاحب اپنی باری پر کچھ نہ کچھ سنا جاتے، پھر جب یہ محفل ختم ہو جاتی اور حضرت غورغشتوی گھر تشریف لے جاتے تو مولانا افضل حسین صاحب ہم دونوں کو مخاطب کرتے کہ تم دونوں بہت بے ادب ہو استاد کے سامنے تقریر کرتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی۔ ہم اُن کو کہتے کہ تم بزدل ہو، یہ تو بزدلی کا ادب کا نام دیا ہے، اُستاذ کے سامنے کچھ نہیں کہہ سکتے تو ہمیں بے شرم اور بے ادب ہونے کا طعنہ دیتے ہو، ہم تو تب بے ادب ہوتے کہ اُستاذ کے حکم کے بغیر کچھ حرکت کرتے اور یہ تو عین ادب ہے جب استاذ صاحب نے ہمیں حکم دیا اور ہم نے ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تقریر کی۔

سلسلہ سند تفسیر القرآن | دورۂ تفسیر کے اختتام پر آپ جو سند فارغین طلبا کو دیتے تھے وہ یوں ہے:

الحمد لله خالق الارض والسماء المتوحد بالسمو والسنا معطی آلاء لمن دعاه عند الاضطرار والابتلاء رازق المکونات فی شقوق الصخور وقعور الآماء والصلوٰة والسلام علی سید الرسل والانبیاء شافع المذنبین یوم الجزاء وعلی آله الکرماء واصحابه الاشداء الرحماء - اما بعد فیقول العبد الفتاق الی رحمة الله الغنی الهادی عبد الهادی بن عبد الله عاملهما الله بفضله البادی فی العواقب والمبادی ان الاخ الصالح الموسوم .... لما قرء تفسیر القران الفرقان عندی فاجزت له ان یدرس التفسیر عاملا وماحیا به

(صفحہ کا بقیہ حاشیہ) مولانا محمد صدیق صاحب سے معقولات اور حکمت میں درس لیا جب مولانا عبد الحکیم فوت ہوئے تو آپ زروبی تشریف لائے اور وہاں پر حضرت صاحب حق صاحب سے اور اس کے بعد غورغشتی میں مولانا قطب الدین غورغشتوی اور مولانا گل بابا سے معقولات کی کتابیں پڑھیں تکمیل فنون کے بعد آپ نے دوبارہ حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین سے دورۂ حدیث پڑھا، بعدازاں آپ اجمیر تشریف لے گئے اور مولانا معین الدین اجمیری سے بھی استفادہ کیا، اور وہاں پر ایک دینی درسگاہ میں مدرس مقرر ہوئے تقسیم ہند کے بعد آپ اپنے وطن تشریف لائے اور اپنے گاؤں میں تدریس شروع کی۔ اس وقت آپ کے پاس ۔۔ اسے لے کر ۵۰ تک طالب علم زیر تعلیم رہتے۔ پھر حضرت الشیخ شاہ منصوری اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے آپ کو مولانا غورغشتوی کا حکم سنایا کہ آپ تدریس کے لیے راولپنڈی تشریف لے چلیں، چنانچہ آپ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ساتھ راولپنڈی چلے گئے۔ ۲ سال تک وہاں پر تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد دوبارہ اپنے گاؤں تشریف لائے اور تادم واپسیں وہاں پر حسبۃً للہ درس دیتے رہے۔ اس دوران کئی مدارس سے آپ کو تدریسی خدمات انجام دینے کی پیشکش کی گئی۔ لیکن آپ نے انکار کیا۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۷ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ (رفاقی)

للبدعات بارك الله تعالیٰ فی حاله وقاله ووقفه لتعليمه وتفهيمه واجازنی شيخی حسين علی البنجابی رحمة الله تعالیٰ عليه واجازه محمد عثمان واجازه دوست محمد القندهاری واجازه الشاه احمد سعيد واجازه الشاه عبد العزيز واجازه الشاه ولی الله الدهلوی واجازه محمد فاضل السندی واجازه عبد الخالق واجازه الشيخ البقری واجازه عبد الرحمٰن اليمنی واجازه الشيخ سجادة اليمنی واجازه الشيخ ابو نصر الطبلاوی واجازه شيخ الاسلام زكريا وابونعيم العقبیٰ ايضاً واجازه كل واحد منهما الشيخ محمد بن الجزری واجازه ابوالعباس احمد بن الحسين واجازه والدهٗ واجازه ابومحمد القاسم واجازه احمد بن علی ومحمد بن سعيد ومحمد بن ايوب واجازهم علی بن محمد المقری واجازه احمد بن سهيل واجازه عبيد بن الصباح واجازه حفص واجازه عاصم واجازه عبيد بن جبيب وزر بن جيش واما عبيد بن جبيب فاجازه عثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب وابی بن كعب وزيد بن ثابت وابن مسعود واجازهم النبی صلى الله عليه وسلم واما زر بن جيش فاجازه عثمان بن عفان وابن مسعود واجازها النبی صلى الله عليه وسلم

اکسٹھ سال! آپ نے اپنی حیاتِ مستعار کے پورے اکسٹھ سال درس وتدریس اور ترجمہ وتفسیر قرآن میں گذارے یہ قابلِ رشک زندگی اور یہ نصیب، اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔ دارالعلوم حقانیہ کے بانی و مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے بندہ کے استفسار پر ایک مجلس میں فرمایا کہ میں جب شاہ منصور میں حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب مرحوم کے پاس ابتدائی رسائل پڑھتا تھا تو اُس وقت بھی آپ درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔

عملی سیاست اور حج بیت اللہ ۱۹۵۳ء میں آپ حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہوئے۔ آپ کا شمار چونکہ خلوت نشینانِ خانقاہ و جلوتیانِ مدرسہ میں ہوتا تھا۔ درس وتدریس کے علاوہ آپ کا کسی چیز سے سروکار نہ تھا، روز وشب یہی مشغلہ یہی دھن، لیکن ۱۹۷۰ء میں جب صدر پاکستان (اُس وقت کے جنرل یحییٰ خان نے عام انتخابات کا اعلان کیا اور ملک کی تمام سرکردہ پارٹیوں نے اس انتخاب میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا تو جمعیت العلماء اسلام کے اکابرین کے اصرار اور پُرزور تقاضا پر آپ قومی اسمبلی کے انتخاب کے لیے نامزد کردیئے گئے۔ فرماتے تھے کہ میرا قومی اسمبلی کی نشست سے کیا تعلق! لیکن ان لوگوں نے اصرار کیا اور میں نے بھی جب دیکھا کہ بڑے بڑے بزرگ مثلاً مولانا مفتی محمود (آپ حضرت مفتی صاحب کو محمود صاحب فرمایا کرتے) مولانا غلام غوث ہزاروی اور

اکوڑہ خٹک کے مولانا عبدالحق صاحب بھی قومی اسمبلی کی نشست کے لیے نامزد کیے گئے ہیں، اس لیے میں بھی ان کا تقاضا پورا کرتے ہوئے اس میدان میں اتر آیا۔

وفات | آپ نے ایک سو آٹھ سال کی طویل زندگی پائی، اور ایک عالَم کو قرآنی علوم و معارف اور ارشاداتِ نبوی کی ضو فشانیوں سے فیضیاب اور روشن کرنے کے بعد بالآخر ۲۳ اگست ۱۹۸۶ء مطابق ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ کو راہی خلدِ بریں ہوئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

تاریخی جنازہ | جونہی آپ کی وفات کی خبر پھیلی اور نمازِ جنازہ کے وقت کا اعلان ہوا، انسانوں کا ایک طوفانِ بلاخیز اور موجیں مارتا ہوا سمندر تھا، گویا ہاتفِ غیبی نے اطراف و اکناف میں آپ کی وفات کی خبر دی تھی، جو اس جنازے میں شرکت کے لیے بے تاب تھا۔ نمازِ جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا انوار الہادی نے پڑھائی۔ اس موقع پر مجھے اُس شخص کا قول یاد آیا جس نے امام اہلسنت والجماعت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے جنازہ میں شریک لاکھوں افراد کو دیکھ کر بے ساختہ کہا تھا: ھٰذا جنازۃ اھل السنۃ والجماعۃ

ایک محتاط اندازے کے مطابق ۶۵ اور ۷۰ ہزار کے لگ بھگ مسلمانوں نے اس تاریخی جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ صوبہ سرحد میں ایسا عظیم الشان جنازہ کسی نے بہت کم دیکھا ہوگا۔ بالکل اسی طرح منظر تھا جو کہ مولانا علی میاں نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی وفات پر لکھا ہے:۔

"بالآخر وہ وقت آ گیا کہ نصف صدی کا پُر مشقت اور طویل مجاہدہ کا سفر طے کرنے والا اپنی آخری آرامگاہ پر پہنچے، اور اپنی محنت و وفاداری کا انعام پائے۔ ۱۳۸۱ھ کے رمضان المبارک کی ۱۸ تاریخ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء کو حاضری کا پیام آیا اور نمازِ عشاء میں بحالتِ سجدہ انتقال ہوا، اور خادم القرآن قرآن کے نازل کرنے والے کے جوارِ رحمت میں پہنچ گیا۔ جنازہ میں لوگوں کے پروانہ وار ہجوم اور اجتماعِ عظیم کا وہ منظر تھا جو لاہور کے سے عظیم شہر نے مدت دراز تک نہیں دیکھا تھا اور شاید مُدت دراز تک نہ دیکھے۔ غروبِ آفتاب کے ساتھ تبلیغ و اشاعتِ دین کا یہ آفتاب بھی لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل اور خاک کے پردے میں نہاں ہو گیا"۔

اس قابلِ رشک موت پر ہر شخص کی یہ تمنا تھی کہ خدا ہمیں بھی ایسی موت نصیب کرے ؎

وہ سر کھولے ہماری لاش پر دیوانہ وار آئے
اسی کو موت کہتے ہیں تو یارب بار بار آئے

کہتے ہیں کہ عجائباتِ عالم میں ایک عجوبۂ روزگار تاج محل ہے (مقبرہ ممتاز محل بمقام آگرہ) ایک انگریز اور اس کی بیوی اس عظیم محبت کی یادگار کو دیکھنے کے لیے آئے، انگریز کی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ اگر

تم مجھ پر اس طرح مقبرہ تعمیر کروا سکتے ہو تو میں اسی وقت موت کو گلے لگا سکتی ہوں"۔ کچھ یہی حال وہاں پر موجود ہر شخص کا تھا۔

تلامذہ! آپ چونکہ قوی حافظہ اور مضبوط استعداد کے مالک تھے، اس لیے زمانہ طالبعلمی ہی سے آپ طلبہ کو کتابیں پڑھاتے، چنانچہ آپ کے صاحبزادے مولانا نورالہادی نے مولانا فضل الرحمٰن ساکن ملکہ کڑے (تحصیل صوابی) سے روایت کی ہے کہ میں (مولانا فضل الرحمٰن) اور شیخ القرآن مولانا محمد طاہر صاحب قدس سرہ نے حضرت الشیخ سے مختصر المعانی اور قطبی جیسی کتابوں میں طالبعلمی کے دوران درس لیا تھا۔

علاوہ ازیں تکمیل علوم وفنون کے بعد جب آپ نے اکسٹھ سال تک تدریس کی، تو اس دوران آپ سے صرف دورۂ تفسیر میں تقریباً بائیس ہزار تک پاکستان، ایران، افغانستان اور ملحقہ قبائل کے تلامذہ مستفید ہوئے اور دیگر باقاعدہ شاگرد جنہوں نے آپ سے حدیث اور دیگر فنون میں درس لیا، وہ اس کے علاوہ ہیں۔

تصنیف!

(۱) تفسیر البرہان فی مشکلات القرآن	عربی	مطبوعہ
(۲) تسہیل البخاری	//	//
(۳) تسہیل الترمذی	//	//
(۴) تسہیل المشکوٰۃ	//	//
(۵) تلخیص العقائد	//	//
(۶) بیان النظیر فی عنوان التعبیر	//	غیر مطبوعہ

اولاد! بڑے صاحبزادے کا نام مولانا نورالہادی اور دوسرے کا نام فیض الباری۔ مولانا نورالہادی صاحب اپنے عظیم والد کے طرز پر دورۂ تفسیر پڑھاتے ہیں اور اپنے والد کی وفات کے بعد آپ کے جانشین مقرر کر دیئے گئے، اللہ تعالیٰ حضرت الشیخ کی برکات ان کی اولاد اور ہم تلامذہ ومستفیدین پر نازل فرمائے۔ آمین۔ وجدت ربی راضیاً مرضیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا ما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ۔ اس ارشادِ نبوی کے مطابق صرف ایک خواب پر اکتفاء کرتا ہوں۔ (اگرچہ آپ کی وفات کے بعد بہت سے علماء ومشائخ اور طلبہ نے آپ کے بارے میں بہت بہترین خواب دیکھے) جو کہ مدرسہ حمایت الاسلام فلجی کنڈا خیل پشاور کے مہتمم میاں صاحب کی طرف منسوب ہے، انہوں نے کہا کہ جس رات حضرت الشیخ کا انتقال ہوا، دوسری رات میں نے خواب میں حضرت الشیخ کی زیارت کی، آپ انتہائی نفیس اور خوبصورت لباس زیب تن کیے ہوئے تھے میں نے ان سے پوچھا آپ کس حالت میں ہیں، فرمایا: وَجَدْتُ رَبِّیْ رَاضِیًا مَّرْضِیًّا۔

(جاری ہے)

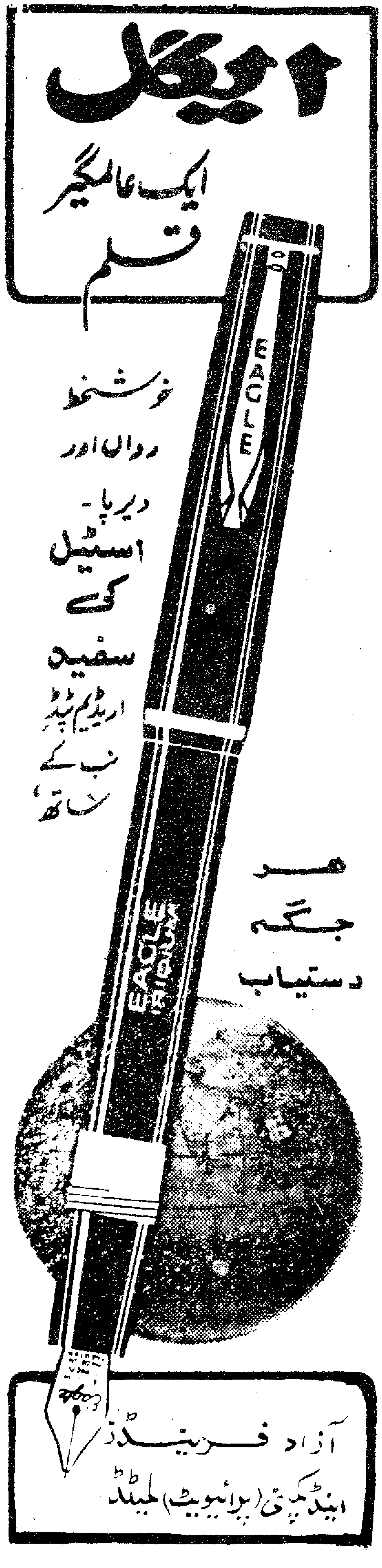
ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
ہر
جگہ
دستیاب
EAGLE
IRIDIUM
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ

دِلکش
دِلنشیں
دِلفریب
کنول لنن، صنم پاپلین
بے نظیر پاپلین
گلستاں پوش
سنگم بوسکی
مایہ ناز پاپلین
کمانڈر پاپلین
پریزیڈنٹ لان
جمال ۳۰۰۰ پاپلین
جمال ۵۰۰۰ لان
پول کارڈ
سوٹنگ
حُسین
کے
پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔
HUSEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
SOHRAB
سُہراب